OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN: 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 9-26

# علمِ لدنّی: صوفیہ کرام اور مفسّرین کی آراء کے تناظر میں

# "Ilm-e-Ladunni" in the Perspective of the Opinions of Mufasserins and Sufia

**Muhammad Raza ul Mustafa**

Ph.D Scholar, Gift University, Gujranwala

**Dr. Muhammad Akram Virk**

Associate Professor

Department of Islamic Studies, Gift University, Gujranwala

## Abstract

"Sufis are agreed that Allah almighty blesses His Sufiya's hearts with a specific knowledge without any external reason. Which is known as Ilm-e-Ladunni, Ilm-e-Wahabi, Rabbinical knowledge, mystical or esoteric knowledge.Sufis prove the ideology of ilm-e.ladunni from the 65th verse of Sora Kahaf. According to Sufis, this type of knowledge is blessed to only those people who are very pious, virtuous and have heavenly light. It is revealed to the hearts of Sufias. It totally depends upon Allah almighty, no one can achieve it unless Allah grants its privilege. The most important thing for this type of knowledge is self-purity, spiritual chastity, internal cleanliness and the purity of thought and sight. The more he is internally purified the more he can get Ilm-e-ladunni as much as he is spiritually chastic. The exegesis of sub continental Ulama describe the same about Ilm-e-ladunni as it is described in the most basic and famous books of Sufias." According to them if knowledge is gained without any personal effort then it is Ilm-e-ladunni. Man has no need to make efforts for it. The veils of hearts are lifted by Allah Almighty. The most important condition for getting close to Allah is to gain knowledge and knowledge of every type and level is a source of eternal blessings and goodwill of Allah Almighty.

***Keywords:*** Ilm-e-Ladunni, Ilm-e-Wahabi, Rabbinical knowledge, Hearts of Sufias, Self-purity, Spiritual chastity, Famous books of Sufias

صوفیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ اربابِ صوفیہ کو اپنے فضل و کرم سے بغیر کسی خارجی سبب سے ان کے قلوب میں ایک مخصوص علم عطا فرماتا ہے جس کو علم لدنّی، علم عطائی، علم وہبی، علم ربانی، اور علم باطنی وغیرہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ صوفیہ علم لدنّی کا نظریہ قرآنِ کریم کی اس آیت سے ثابت کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا"(۱)

تو انھوں نے وہاں ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جس کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی تھی اور جس کو اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا۔

علمِ لدنّی کی تعریف یہ کی گئی ہے:

"العلم الذی تعلمه العبد من الله تعالیٰ من غیر واسطة ملک او نبی بالمشافهة والمشاهدة کما کان لخضر علیه السلام قال تعالیٰ (فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (۲)وقیل هو معرفة ذات الله تعالیٰ وصفاته علما یقیناً من مشاهدة وذوق بنظائر القلوب"(۳)

ترجمہ: یعنی علمِ لدنّی وہ علم ہے جس سے بندہ اپنے رب سے بلاواسطہ یا بالمشاہدہ حاصل کرتا ہے اس میں کسی نبی یا فرشتے کا واسطہ نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کا معاملہ تھا ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" ہم نے اسے اپنی جانب سے رحمت اور خاص علم عطا فرمایا"

بعض لوگوں نے کہا کہ علمِ لدنّی سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت اس علمی یقینی کے طور پر ہو جو مشاہدہ یا دل کی آنکھ سے ذوق کے واسطے سے حاصل ہوتا ہے علمِ لدنّی وہ خاص علم ہے جو صرف رب تعالیٰ کی توفیق سے ہی عطا ہوتا ہے یہ علم بندے کے اخلاص و تقوی کا ثمرہ ہوتا ہے۔

## (الف) نظریہ علمِ لدنّی اور صوفیہ کرام

فنِ تصوّف پہ لکھی ہوئی اولین کتاب" التعرف لمذہب اھل التصوف" کے اندر علمِ لدنّی کو علمی اشارہ سے بیان کیا گیا ہے ایک قول کے مطابق علمِ لدنّی سے پہلے نفس کو فرائض کا پابند کرنا پڑتا ہے اور جب سالک کی طبیعت کی اصلاح ہو جائے اور اپنے اعضاء کو لگام ڈال کر گناہوں سے اجتناب اور پرہیز کرے، دنیا سے بے رغبتی اور اپنے دل پر گزرنے والے خیالوں کی نگہداشت اور اپنے باطن کو پاک کرے تو یہ علمِ معرفت کہلاتا ہے۔ اس کے بعد وہ علوم ہیں جن کو علوم خواطر یا علمِ اشارہ کہا جاتا ہے۔

۱۔"التعرف لمذہب اھل التصوف"میں مصنف لکھتے ہیں:

"ھذا العلوم الخواطر وعلوم المشاھدات والمکشفات وھی التی تختص بعلم الاشارۃ وھو الذی تفردت بہ الصوفیۃ بعد جمعاً لسائر العلوم التی وصفاتھا انما قیل علم الاشارۃ"(۴)

ترجمہ: اس کے بعد وہ علوم ہیں جنہیں علومِ خواطر، اور علومِ مشاہدات و مکاشفات کہا جاتا ہے اور یہ علوم، علومِ اشارہ کے ساتھ مخصوص ہیں اور یہی وہ علم ہے جو صرف صوفیہ کو حاصل ہوتا ہے مگر وہ اس سے پہلے ان تمام علوم کو حاصل کر چکے ہوتے ہیں جن کا ذکر کیا جا چکا ہے اسے علمِ اشارہ کہا جاتا ہے۔

۲۔ حضرت شیخ ابو طالب مکی (م، ۹۶۶ء)" قوت القلوب" میں علمِ باطنی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ھذا ھو العلم النافع الذی بین العبد و بین اللہ تعالیٰ و ھو الذی یلقاہ بہ"(۵)

ترجمہ: یہ وہ علمِ نافع ہے جو بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہے اور یہی ان دونوں کے درمیان لقاء کا واسطہ ہے۔

۳۔ شیخ ابو نصر سراج طوسی (م، ۹۸۸ء) فرماتے ہیں:

علمِ باطن علمِ شریعت سے الگ نہیں بلکہ اسی کا حصہ ہے اس قول سے آپ کی مراد یہ ہے کہ جب تک علمِ ظاہر، علمِ باطن میں موجود نہ ہو تو یہ علم نہیں بلکہ منافقت ہے لہذا علمِ ظاہر اور علمِ باطن ایک ہی چیز ہیں۔

آپ علمِ شریعت کی جامعیت کے پیش نظر علمِ ظاہر اور باطن کی تفریق روا نہیں رکھتے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

"لا یجوز ان یجرد القول فی العلم انه ظاهر او باطن لان العلم متی کان فی القلب فهو باطن الیٰ ان یجری و یظهر علیٰ اللسان فاذا جری علیٰ اللسان فهو ظاهر "(۶)

ترجمہ: علمِ ظاہر و باطن کی تفریق جائز نہیں کیونکہ علم جب تک قلب میں رہتا ہے تو وہ پوشیدہ رہتا ہے یہاں تک کہ زبان پر جاری نہ ہو جائے اور جب وہ زبان پر آجائے تو وہی ظاہر ہے۔

شیخ ابو نصر سراج طوسی کے قول کے مطابق علمِ ظاہر اور باطن ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں یا ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں۔

۴۔ حضرت امام ابو القاسم قشیری (م، ۱۰۷۴ء) علمِ لدنّی کو ان الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں :

"اذا بلغ العبد مقام المعرفة اوحی الله تعالیٰ الیه بخواطر وحرس سره ان یسمع فیه غیر خاطر الحقا لعارف تضئی له انوار العلم فیبصر به عجائب الغیب "(۷)

ترجمہ: بندہ جب معرفت کے مقام تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ خود اپنی طرف سے اس کے دل میں بات ڈال دیتا ہے اور اس کے سرّ کی حفاظت کرتا رہتا ہے تاکہ اس میں غیر خدا کی جانب سے کوئی بات القاء نہ ہو۔ اس مقام پر پہنچ کر عارف کے قلب پر علم کے انوار روشن ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ کوئی بات اس پر پوشیدہ نہیں رہتی۔

۵۔ حضرت۔ حضرت خواجہ عبد اللہ انصاری (م ۱۰۸۸ء) "صد میدان" میں علمِ لدنّی کو یوں بیان کرتے ہیں:

"علم دانش است وآن را سه اقسام است علمِ استدلالی وعلمِ تعلیمی وعلم لدنّی است۔ اما استدلالی ثمرات عقول اند وعواقب تجارب اند وولایت تمییز که آدمیان بدان مکرّم اند بر تفاوت درجات ۔واما تعلیمی آنست که خلق از حق شنیدند در بلاغ واز استادان آموختند در تلقین که دانایان بدان عزیزند در دو جهان ۔امالدنّی سه علمست یکی علمِ حکمت در صنایع دانش آن یافته بنشان و دیگر علمِ حقیقت در مقامات باحق بافته بانشان سیم علم پرنده از حق بدیده از غیب وان خضر راست صلوات الله علیه"(۸)

ترجمہ: علم سے مراد دانش ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ استدلالی، تعلیمی، لدنّی ۔ علمِ استدلالی سے مراد عقل و خرد کے ثمرات اور تجربات کے نتائج ہیں۔ علم کی یہ قسم انسانوں کے حسب مراتب خیر و شر میں امتیاز کرنے کا وہ ملکہ ہے جس سے اولاد آدم علیہ السلام مشّرف ہے۔ یہ وہ علم ہے جو قرآن حکیم کی صورت میں اترا، خلق نے سنا، پھر یہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین تک پہنچا، اساتذہ نے لوگوں کو اس علم کی تلقین کی اور انہوں نے سیکھا، اہل دانش اس کی بدولت کونین میں معزز ہیں۔ علمِ لدنّی کی تین قسمیں ہیں ثنائے خداوندی کی حکمت کا علم، یہ علم مختلف آثار سے حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو معاملات ہیں ان کی ماہیت وحقیقت کا ادراک، اس کی حکمت کا علم جو حق تعالیٰ سے ہم تک پہنچ رہی ہے اور پردہ غیب سے رونما ہے یہ علم حضرت سیّدنا خضر علیہ الصلوۃ والسلام کے خصوصی معارف میں سے ہے۔

۶۔ حضرت امام غزالی (م،۱۱۱۱ء) باطنی علم کے متعلق یوں بیان کرتے ہیں:

"هو سر من اسرارِ الله تعالیٰ یقذفه الله تعالیٰ فی قلوب احباء لم یطلع علیه ملکا ولا بشرا"(۹)

ترجمہ: یہ اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہے جس سے وہ اپنے محبت

کرنے والوں کے دلوں میں ڈالتا ہے اور اس پر کسی فرشتہ اور انسان کو مطلع نہیں کرتا۔ علمِ لدنّی کے بارے علمِ صوفیہ کی تحقیقات سے درج ذیل چیزوں کی نشاندہی ہوتی ہے۔

۱۔ تمام اکابر اور مستند صوفیہ کرام نے علمِ لدنّی کو مانا اور تسلیم کیا ہے۔

۲۔ تمام صوفیہ کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ وہ علم ہے جو بغیر ظاہری اسباب کے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے منتخب اور پسندیدہ بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

۳۔ یہ علم اس وقت نصیب ہوتا ہے، جب انسان پہلے ضروری دینی علوم حاصل کر چکا ہو۔ اور علم کی تحصیل میں لگا ہوا ہو۔ یہ علم کیسا ہوتا ہے؟ اس کی ماہیت کیسی ہوتی ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ چونکہ اس کا تعلق ذوق اور عمل سے ہے کیفیات سے ہے اس لیے اس کو بیان نہیں کیا گیا اس علم کی کیفیات کا بیان تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔

۴۔ صوفیہ کی کتب سے یہ بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ اس علم کا عطا کرنا اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے یہ اللہ کا فضل اور اس کی عطا ہوتی ہے اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو کسی کو ایک ذرہ بھی نہیں مل سکتا۔

۵۔ علمِ لدنّی کے حصول کے لیے سب سے ممد اور مددگار تزکیہ نفس، باطنی طہارت، قلب و نظر کی پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ سے کامل درجے کا تعلق ہے جتنا یہ تعلق گہرا ہو گا اتنا ہی علمِ لدنّی سے حصہ نصیب ہو گا۔

۶۔ اس علم سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو نفع اور فیض ملتا ہے۔ خلق خدا کو راحت اور بھلائی نصیب ہوتی ہے اور صالحین اور مقبولان بارگاہ الٰہی اس کا وسیلہ بنتے ہیں۔

## (ب) برِّصغیر کے مفسّرین و نظریہ علمِ لدنّی

برِّصغیر کے مفسّرین کی کثیر تعداد نے علمِ لدنّی کے متعلق اپنے نظریات سورۃ الکہف میں مذکور حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کے قصے کے ضمن میں بیان فرمائے ہیں۔ قرآن کریم کی اس آیت کی تفسیر میں مفسّرین نے علمِ لدنّی کے جواز یا عدم جواز پہ اپنی آراء بیان کی ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا "(۱۰)

ترجمہ: تو انھوں نے وہاں ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جس کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی تھی اور جس کو اپنے پاس سے ایک علم سکھایا تھا۔

۱۔ مولانا اشرف علی تھانوی (م، ۱۹۴۳ء) فرماتے ہیں:

اس خاص علم سے مراد علمِ اسرار کونیہ ہے یعنی دنیاوی امور میں جو اللہ تعالیٰ کی حکمت کارفرما ہوتی ہے خضر اسے جانتے تھے ان کے نزدیک خضر اولیاء اللہ میں سے تھے جو باذنِ حق تکوینیات میں تصرف کرتے رہتے ہیں صوفیہ کی زبان میں انہیں کو قطب التکوین یا صاحبِ خدمت کہتے ہیں۔ (۱۱)

۲۔ اردو میں لکھی گئی تفاسیر میں سید نعیم الدین مراد آبادی (م، ۱۹۴۸ء) امام احمد رضا خان بریلوی (م، ۱۹۲۱ء) کے ترجمہ قرآن کنز الایمان کے حاشیے پر تفصیلی نوٹ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں :

"مفسّرین اور محدّثین کہتے ہیں کہ جو علم حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے لیے خاص فرمایا وہ علمِ باطن و مکاشفہ ہے یہ اہلِ کمال کے لئے باعثِ فضل ہے اس چیز سے ہے جو ان کے سینہ میں ہے یعنی علمِ باطن و علمِ اسرار کیونکہ جو افعال صادر ہوں گے وہ حکمت سے ہوں گے اگرچہ بظاہر خلاف معلوم ہوں۔" (۱۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے علم کی نوعیت کے بارے میں اختلاف اور تضاد پایا جاتا ہے۔

۳۔ مفتی محمد شفیع صاحب (م، ۱۹۷۶ء) نے علمِ لدنّی کے بارے میں اپنی تحقیق کا خلاصہ یوں رقم کیا ہے:

"حق تعالیٰ جن حضرات کو اپنی وحی اور نبوت سے سرفراز فرماتے ہیں وہ عموما تو وہی حضرات ہوتے ہیں جن کے سپرد اصلاحِ خلق کی خدمت ہوتی ہے ان پر کتاب اور شریعت نازل کی جاتی ہے جن میں خلقِ خدا کی ہدایت اور اصلاح

کے اصول و قواعد ہوتے ہیں۔ جتنے انبیاء علیہم السلام کا ذکر قرآن مجید میں بتصریح نبوت ورسالت آیا ہے وہ سب کے سب ایسے ہی تھے جن کے سپرد تشریعی اور اصلاحی خدمات تھیں۔ ان پر جو وحی آتی تھی وہ بھی اسی سے متعلق تھی مگر دوسری طرف کچھ تکوینی خدمات بھی ہیں جن کے لیے عام طور سے ملائکۃ اللہ مقرر ہیں۔ مگر زمرۃ الانبیاء میں بھی حق تعالیٰ نے بعض کو اس قسم کی تکوینی خدمات کے لئے مخصوص کر لیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام اسی زمرہ میں سے ہیں تکوینی خدمات واقعاتِ جزئیہ سے متعلق ہوتی ہیں کہ فلاں شخص ڈوبنے والے کو بچالیا جائے یا فلاں کو ہلاک کر دیا جائے، فلاں کو ترقی دی جائے، فلاں کو زہر دیا جائے۔ ان معاملات کا عام لوگوں سے تعلق ہوتا ہے نہ ہی ان کے احکام عوام سے متعلق ہوتے ہیں۔ ایسے واقعاتِ جزئیہ میں بعض وہ صورتیں بھی پیش آتی ہیں کہ ایک شخص کو ہلاک کرنا تشریعی قانون کے خلاف ہے مگر تکوینی قانون میں اس خاص واقعہ کو عام تشریع قانون سے مستثنیٰ کر کے اس شخص کے لیے جائز کر دیا گیا ہے جس کو اس تکوینی خدمت پر مامور فرمایا گیا ہے ایسے حالات میں شرعی قوانین کے علماء اس استثنائی حکم سے واقف نہیں ہوتے اور وہ اس کو حرام کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اور جو شخص تکوینی طور پر اس قانون سے مستثنیٰ کر دیا گیا ہے وہ بھی جگہ حق پر ہوتا ہے۔"(۱۳)

علمِ باطن وعلمِ لدنّی کو آڑ بنا کر جو لوگ بے دینی اور بد عملی کو فروغ دیتے ہیں صوفیانہ مزاج رکھنے والے مفسّرین نے ان پہ نقد کیا ہے۔

۴۔ چنانچہ تفسیر ماجدی میں مولانا عبد الماجد دریا آبادی (م، ۱۹۷۷ء) فرماتے ہیں:

"اس قصہ سے بعض کو دھوکا ہو گیا ہے کہ علمِ باطن علمِ شریعت سے افضل ہے جواب اس کا یہ ہے کہ علمِ باطن کے دو شعبے ہیں علمِ مرضیاتِ الٰہی جو متعلق بالنفس ہیں اور علمِ اسرارِ کونیہ پہلا تو شریعت کا ایک جز ہے اور جز کبھی بھی کل سے افضل نہیں ہو سکتا دوسرا چونکہ قربِ الٰہی میں کچھ دخل نہیں رکھتا اس لئے افضلیت کا احتمال بھی نہیں"(۱۴)

۵۔ تفسیر نعیمی میں علمِ لدنّی کے بارے میں پانچ اقوال لکھے گئے ہیں:

۱"۔ اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ، بلامحنت تمام علوم غیبیہ سکھا دیئے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ علم سکھایا۔

۳۔ فرشتے کے ذریعے وحی یا الہام سے سکھایا۔

۴۔ علمِ لدنّی سکھانے اور پڑھانے تعلیم دینے کا معنی ہے کہ آپ کو رسول بنایا گیا اور یہی قول درست ہے۔"(۱۵)

علمِ لدنّی حاصل کیسے ہوتا ہے؟ اور کیا اللہ تعالیٰ کے ولی بھی بغیر واسطہ کے علم لدنی حاصل کرسکتے ہیں؟ ان باتوں کے جواب میں صاحبِ تفسیرِ نعیمی لکھتے ہیں:

"بلاواسطہ رب تعالیٰ سے علم حاصل کرنا انبیاء کرام رسولان عظام علیہم الصلوۃ والسلام کا خاصہ ہے اولیاء اللہ کو جو علمِ لدنّی حاصل ہوتا ہے وہ آستانہ نبوت سے حاصل ہوتا ہے ہر ولی اللہ اپنے نبی کے دروازے سے علم پاتا ہے۔ خواہ شکم مادر میں یا بعدِ ولادت وھبا یا کسبا۔"(۱۶)

۶۔ علمِ لدنّی کی اچھی اور مؤثر تعریف حضرت پیر کرم شاہ صاحب الازہری (م، ۱۹۹۸ء) نے بھی کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"علمِ لدنّی ایسا علم ہے جو عام انسانی ادراک سے بالکل جدا ہے نہ وہاں مقدمات کو مرتب کرنا پڑتا ہے نہ اس میں غور و فکر کی زحمت اٹھانی پڑتی ہے خود بخود عقدے کھلتے ہیں پردے اٹھتے جاتے ہیں اور حقائق و مطالب کا انکشاف ہوتا جاتا ہے اور ذات باری تعالیٰ صفات باری تعالیٰ کی حقیقت پر آگاہی ہوتی جاتی ہے"(۱۷)

۷۔ تمام تفاسیر میں سے علامہ غلام رسول سعیدی (م، ۲۰۱۶ء) نے علمِ لدنّی کی تعریف و تشریح شرح بسط کے ساتھ تبیان القرآن میں بیان کی ہے۔ ان سے زیادہ تفصیل کسی اردو تفسیر میں میسر نہیں ہے چنانچہ آپ علمِ لدنّی کے بارے میں اکابر علماء کی آراء نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> الف۔ "علم ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ مومن کے قلب میں ڈال دیتا ہے یہ علم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال، آپ کے افعال اور آپ کے احوال سے مستفاد ہوتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اس کے افعال اور احکام کی ہدایت حاصل ہوتی ہے ہے اگر یہ علم کسی بشر کے واسطے سے حاصل ہو تو علم کسبی ہے اور اگر یہ علم کسی واسطے کے بغیر حاصل ہو تو یہ علمِ لدنّی ہے ہے اور

وحی، الہام اور فراست علمِ لدنّی کی اقسام ہیں۔"(۱۸)

ب۔"ہم علم المکاشفہ سے یہ مراد لیتے ہیں ہیں حق اس طرح جلی اور واضح ہو جائے، گویا کہ ہم اس کا آنکھوں سے مشاہدہ کر رہے ہیں اور یہ اس وقت ہو سکتا ہے جب انسان کے دل پر دنیا کے میل کچیل کا زنگ نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے احکام کی معرفت پر دل کے آئینہ میں خبیث چیزوں کے جو جو حجابات ہیں وہ زائل ہو جائیں اور یہ اس وقت ہو گا جب انسان اپنے آپ کو شہوات سے روک لے اور اپنے تمام احوال میں انبیاء علیہم السلام کی اقتدا کرے پھر اس کے دل میں حق روشن ہو جائے گا اور اس پر حقائق منکشف ہو جائیں گے۔"(۱۹)

ج۔"اللہ تعالیٰ نے فرمایا"ہم نے ان کو اپنے پاس سے علمِ (لدنّی) سکھایا تھا" اس سے معلوم ہوا کہ یہ علوم ان کو اللہ تعالیٰ سے بغیر واسطہ کے حاصل ہوئے. یہ علوم جو بطریق مکاشفہ حاصل ہوتے ہیں صوفیہ ان علوم کو علوم لدنّیہ کہتے ہیں۔ان کی تحقیق یہ ہے کہ بعض علوم ہم کو کسب سے حاصل ہوتے ہیں ان میں سے بعض علوم ہم کو بغیر غور و فکر کے خاصل ہوتے ہیں جیسے ہم کو درد اور لذت کا علم ہوتا ہے۔ بعض علوم غور و فکر سے حاصل ہوتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا علم اور قیامت کے برحق ہونے کا علم ۔اور بعض علوم وہ ہیں جن کو ہم ریاضت اور مجاہدہ کرنے سے حاصل کرتے ہیں بایں طور کہ قوتِ حسیہ اور قوتِ خیالیہ ضعیف ہو جاتی ہیں۔اور جب یہ قوتیں ضعیف ہو جاتی ہیں تو قوتِ عقلیہ قوی ہو جاتی ہے اور انوارِ الٰہیہ عقل میں روشن ہو جاتے ہیں اور بغیر کسی واسطہ کے اور بغیر سعی اور طلب کے علوم اور معارف حاصل ہو جاتے ہیں اور ان کو علومِ لدنّیہ کہتے ہیں ۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ نفوسِ ناطقہ ماہیت کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں ،بعض نفوس انوار الٰہی سے روشن ہوتے ہیں ان کا بدنی لذتوں سے بہت کم تعلق ہوتا ہے اور وہ کسی قسم کے گناہ میں ملوث بھی نہیں ہوتے اور ان میں ہر وقت فیضان قدسیہ اور انوار الٰہیہ کے حصول کی استعداد اور صلاحیت ہوتی

ہے اس عالم الغیب سے ان پر علوم و معارف اور انوارِ قدسیہ کا مکمل فیضان ہوتا ہے اور علمِ لدنّی اسی کو کہتے ہیں اور سورۃ الکھف کی اس آیت میں یہی مراد ہے اور جو نفوس ناطقہ گناہوں کی آلودگی سے صاف نہیں ہوتے -بدنی لذتوں میں ڈوبے رہتے ہیں ان پر علوم اور معارف کا بلاواسطہ فیضان نہیں ہوتا ان کو علوم و معارف کے حصول کے لیے کسی انسان کے واسطے کی ضرورت ہوتی ہے "(۲۰)

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب علمِ لدنّی اور اس کی انواع کے متعلق بڑی دل چسپ بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"واضح رہے کہ علوم لدنّیہ کے حاملین کے درجات اور مراتب بھی مختلف ہوتے ہیں علومِ لدنّیہ کی انواع بھی مختلف ہوتی ہیں تمام ملائکہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کاملین علوم لدنّیہ کے حامل ہیں لیکن ان کے درجات اور مراتب مختلف ہیں اسی طرح علوم لدنّیہ کی انواع بھی مختلف ہوتی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عالم تشریع کا علمِ لدنّی حاصل تھااور حضرت خضر علیہ السلام کو عالم تکوین کا علمِ لدنّی حاصل تھا۔عالم تشریع سے مراد اللہ تعالی کے وہ احکام ہیں جن کا انسان مکلّف ہے اور جن کا اسے اختیار دیا ہے جن پر عمل کر کے انسان دنیا اور آخرت میں صلاح اور فلاح حاصل کرتا ہے۔مثلا نماز پڑھنا،روزہ رکھنا، زکوۃ ادا کرنا اور قتل اور زنانہ کرنا اور جھوٹ نہ بولنا وغیرہ اور عالم تکوین سے مراد وہ امور ہیں جن میں انسان کا دخل اور اختیار نہیں ہے جیسے قدرتی آفات،اور قدرتی انعامات،بارشوں،طوفانوں، زلزلوں کا زمین کی زرخیزی وغیرہ کا ہونا یانہ ہونا موت حیات، مرض، صحت اور حادثات وغیرہ کا ہونا یانہ ہونا یہ تکوینی امور ہیں جن کا علم حضرت خضر علیہ السلام کو دیا تھااور ان کی حکمتوں کا علم بھی دیا گیا تھااور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شریعت کا علم دیا گیا تھا یعنی اللہ تعالی کے وہ احکام جن پر عمل کر کے انسان دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کرتا ہے یہ دونوں علومِ لدنّیہ ہیں۔"(۲۱)

۸۔ مولانا محمد اکرم اعوان (م، ۲۰۱۷ء) "اکرم التفاسیر" میں علمِ لدنّی کے بارے میں کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"علمِ لدنّی صرف حضرت خضر رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے ساتھ مختص نہیں تھا بلکہ اللہ تعالی کے بہت سے ایسے بندے تھے جن میں سے ایک وہ تھے پہلی امتوں میں بھی ایسے بندے تھے اور امتِ مرحومہ میں تو ایسے بندے زیادہ ہیں کیونکہ اس امت پر اللہ تعالی کی رحمتیں زیادہ ہیں یہ اللہ تعالی کے ایسے بندے ہوتے ہیں کہ بغیر ظاہری ذرائع کے علوم حق انہیں عطا کر دیے جاتے ہیں اللہ تعالی کی ذات وصفات، آخرت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت، قرآن حکیم کی صداقت، حق کے متعلق ان کے دل کھول دیئے جاتے ہیں اور علوم کے خزانے انہیں عطا ہوتے ہیں جو جو خزانے انہیں عطا ہوتے ہیں وہ اکتسابی علوم سے بالاتر ہوتے ہیں ہر پڑھنے لکھنے والا ان رازوں اور بھیدوں کو نہیں پا سکتا جو اللہ کریم علمِ لدنّی والوں کو عطا فرما دیتا ہے۔"(۲۲)

مولانا محمد اکرم اعوان کا یہ کہنا ہے کہ اولیاء اللہ کی روح بعد از وصال ملکوتی صفات کی حامل ہو جاتی ہیں اور فرشتوں کے ساتھ شامل ہو کر کر قضا و قدر کے احکامات کی تنفید کا کام کرتی ہیں۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

"اولیاء اللہ میں سے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں اولیاء اللہ کو اللہ کریم قرب الٰہی کی کیفیات عطا فرماتے ہیں یہ کیفی منازل ہیں اہل اللہ شریعت کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں ذکر اذکار، عبادات میں مجاہدہ کرتے ہیں اپنے مشائخ سے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی برکات پاتے ہیں اللہ کریم ان کو بلند درجات عطا فرماتے ہیں ایسے لوگ جب ایک خاص مقام سے آگے چلے جاتے ہیں تو ان کی روحیں بعد از وصال ملاء الاعلی اور عرش عظیم کے رہنے والے فرشتوں کی طرح ہو جاتی ہیں۔ جس سے تقدیر کے کام لئے جاتے ہیں ان ارواح سے بھی بعض ایسے کام لیے جاتے ہیں۔ سب سے کام لے یا کسی سے یہ اللہ کی تقسیم ہے ۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ سیدنا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی روح بھی بعد از وصال ملا الاعلیٰ میں شامل

ہو گئی تھی "(۲۳)

۹۔ جمہور مفسّرین کے بر عکس مولانا امین احسن اصلاحی صاحب (م،۱۹۹۷ء) "تدبرِ قرآن" کے اندر علمِ لدّنی کی یکسر نفی کی ہے اوراس بات کا بھی انکار کیا ہے کہ قطب ابدال وغیرہ کوئی نظام بھی موجود ہے اور وہ تکوینی نظام کو بھی نہیں مانتے چنانچہ وہ سورۃ الکھف کی آیت نمبر ۸۲ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

> "قطب واابدال کا تصور بے بنیاد ہے اس وجہ سے ہم ان لوگوں کی بات کو بالکل بے سروپا سمجھتے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہر دور میں حضرت خضر کی طرح کچھ اقطاب وابدال ہوتے ہیں جو خود حق و باطل کی کسوٹی ہوتے ہیں ان کی باتیں شریعت پر نہیں پرکھی جاتیں کیونکہ ان کے کام براہ راست ارادہ الٰہی کے تابع ہوتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ قطب و ابدال کی اصطلاحات یک قلم باطل ہیں قرآن و حدیث میں کہیں بھی ان کا ثبوت نہیں ملتا۔ لیکن فرض کیجیے کوئی شخص قطب و ابدال ہے تو ہم اس کی خلاف شریعت باتوں کو کس طرح گوارا کر سکتے ہیں؟"(۲۴)

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب کی یہ بات درست ہے کہ شریعتِ مطّہرہ کی پابندی اور شریعتِ مطّہرہ کا رواج انبیائے کرام علیہم السلام کا مقصد ہے اور اگر ہم عوام الناس میں اس بات کو عام کریں گے کہ اولیاء اللہ جو تکوینیات کے ماہر ہوتے ہیں ان پر شریعت کے احکام لاگو نہیں ہوتے معاشرے میں بے شمار فتنوں کے دروازے کھلیں گے، اعتقادی اور عملی گمراہی میں اضافہ ہو گا۔ ہم کو ہر صورت میں شرعی احکام کی تبلیغ کرنی ہو گی کیونکہ قیامت میں بھی شرعی احکام کے بارے میں سوال ہو گا۔ لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ اس روحانی اور تکوینی نظام کا یکسر انکار کر دیا جائے۔ جس پہ علمی دلائل و براہین شاہد ہیں۔ برّ صغیر پاک و ہند کے بڑے اکابر، معتبر اور مستند علماء نے اس نظام کو نہ صرف دل و جان سے مانا ہے بلکہ اپنی کتب کے اندر جس کی نشرواشاعت بھی کی ہے نیز اولیائے صادقین و صالحین نے اپنی تعلیمات میں علم لدنّی کے نظریہ کی اشاعت کی ہے۔

۱۰۔ حافظ عبد السلام بن محمد کا کہنا ہے علمِ لدنّی صرف اولیاء کے لئے مان کر ان کا مقام و مرتبہ انبیائے کرام سے بھی بڑھانے کی کوشش کی جاتی ہے جس کی انھوں نے مذمت کی ہے چنانچہ وہ اپنی تفسیر "تفسیر القرآن" میں سورۃ الکھف کی آیت نمبر ٦۵ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علمِ لدنّی سے صرف اولیاء کا علم مراد لینا اور انہیں نبیوں سے بھی اونچا درجہ دینا صاف الحاد اور بے دینی ہے جس کے ذریعے زندیق لوگ شریعت کا مذاق اڑاتے ہیں اور شریعت کا طوق گردن سے اتار کر پھینکنا چاہتے ہیں"(۲۵)

حافظ عبد السلام بن محمد صاحب کی یہ بات کہ علمِ لدنّی صرف اولیاء کے لیے ماننا الحاد ہے اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ یہ تعبیر مبالغہ آمیزی پہ مبنی ہے۔اوپر جمہور اہل علم کا موقف گزر چکا ہے کہ یہ علم انبیائے کرام، ملائکہ کرام اور اولیاء صالحین کو بھی عطا کیا جاتا ہے نیز تصوّف کی امہات الکتب اور اکابرین صوفیہ میں سے کسی کا یہ نظریہ نہیں رہا کہ علمِ لدنّی کے حصول کے بعد ولی کا مقام معاذ اللہ نبی سے بھی بڑھ جاتا ہے اور اس علم کو سب صوفیہ نے شریعت کے تابع بیان کیا ہے نیر جہاں پر بھی یہ علم نصوص شریعت کی خلاف ورزی کرے گا وہاں پر فیصلہ کن حیثیت شرعی احکام کی ہی ہو گی۔

## نتائج، تجاویز و خلاصہ بحث

برِّ صغیر کے مفسّرین کی علمِ لدنّی کے متعلق تفاسیر سے درج ذیل امور واضح ہو رہے ہیں۔

۱۔جمہور مفسّرین نے باطنی علم کو صراحتاً علم لدنّی سے تعبیر کیا ہے۔

۲۔صوفیہ اور مفسّرین کی علم لدّنی کی تعریف میں مماثلت ہے الفاظ کے تھوڑے سے ردوبدل کے ساتھ علم لدنّی کا ایک سا مفہوم ادا ہو رہا ہے۔

۳۔یہ بات بھی واضح ہوئی کہ علم لدنّی جزو ہے اور علم شریعت کل ہے۔اور جزو کبھی بھی کل سے اعلیٰ نہیں ہوتا۔لھذا علم لدنّی کبھی بھی شریعت سے اعلیٰ نہیں ہو سکتا، علم خواہ جس درجے کا بھی ہو سعادت ابدی اور دو جہاں کی بھلائی کے کا ذریعہ ہے نیز رب تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور بندے کے درجات کی بلندی کا سبب ہے سب صوفیہ اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ علم جہالت کی ضد ہے۔ جھل تاریکی و ظلمت کا نام ہے اور تاریکی کسی بھی جہت سے اچھی چیز نہیں جبکہ علم ایک نور ہے۔صوفیہ کے نزدیک علمِ لدنّی جوہر علم ہے۔نورِ علم اور روحِ علم ہے۔علمِ لدنّی کے حصول کے لئے استعداد و قابلیت پیدا کرنا مسلّم ہے۔اور یہ بات بھی روشن ہوئی کہ اس علم کو حاصل کرنے کے لئے انسان لاکھ جتن کرے مگر اللہ تعالی نہ چاہے تو اسے کچھ بھی نصیب نہ ہو۔اس علم کا ملنا فضلِ الٰہی پر موقوف ہے۔عارفین و سالکین نے اپنے اپنے اعتبار سے اس کی استعداد و قابلیت کے لیے کچھ اصول، مجاہدات اور مراقبات بیان کئے ہیں مجموعی طور پر سب کا ماحصل یہ ہے کہ بندے کے اندر

جس قدر صفائے نفس اور تزکیہ باطن ہو گا اسی قدر استعداد بڑھتی رہے گی اور اس کے علم میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ اس بندے کا تعلق ذاتِ علیم سے جتنا زیادہ قوی ہو گا، اسی قدر وہ علم پائے گا اور جس قدر اطاعت و بندگی کا جذبہ قوی ہو گا، اس قدر تعلق باللہ میں قوت و استحکام پیدا ہو گا اور جس قدر قربت ہو گی، اس قدر عنایت ہو گی۔

۴۔ اس بات پر بھی سب صوفیہ متفق نظر آتے ہیں بغیر علم کے تصوّف کے میدان میں قدم رکھنا ہلاکت خیزی و گمراہی ہے نیز علم بغیر عمل کے بھی بندے کے خلاف حجت ہو گا علم باطن کتنا ہی اچھا اور مؤثر ہو کبھی بھی شریعت مطّہرہ کے احکام سے نہیں ٹکراتا اور جہاں پر شرعی احکام کشف و الہام کی بنیاد پر پامال کیے جارہے ہوں وہ الہامات اور کشف مردود اور ناقابل عمل ہے فائق اور فیصلہ کن حیثیت شریعتِ مطّہرہ کی ہے۔

۵۔ علمِ لدنّی کس کے پاس ہوتا ہے؟ اس کی بظاہر کوئی واضح علامت نہیں ہوتی البتہ اس کے اندر چند ظاہری صفات کا ہونا انتہائی ضروری ہے۔ مثلاً وہ فسق و فجور میں مشہور نہ ہو، خلاف شرع کام نہ کرتا ہو، معصیت سے بچتا ہو، دیانت دار اور متقی ہو، اعمال صالحہ میں رغبت رکھتا ہو، اوامر و نواہی کا بقدر ضرورت علم رکھتا ہو، صائب الرائے ہو، سلیم الفطرت ہو اس کا دل تمام خباثتوں سے پاک صاف ہو جو قلب کے لئے مہلک امراض ہیں مثلاً حسد، کینہ، بغض، نفرت اور تکبر وغیرہ۔

۶۔ اگر کسی مسئلہ میں علمائے شریعت اور علماء طریقت کے مابین اختلاف ہو جائے تو اگر وہ مسئلہ شریعت کا ہو حلال اور حرام کا ہو۔ جواز و عدمِ جواز کا ہو تو اس مسئلہ میں علمائے شریعت کے قول کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ وہ تشریعی علوم کو زیادہ اچھی طرح سمجھتے ہیں اور اس میدان میں ان کی مہارت مسلّم ہوتی ہے اور اگر علمائے شریعت اور علمائے طریقت کا کسی ایسے معاملے میں اختلاف ہو جائے جس کا تعلق امور تکوینیہ و اسرار کونیہ سے ہو افعالِ مکلّفین سے اس کا تعلق نہ ہو تو اس جگہ اولیائے طریقت، اہل معرفت اور اربابِ بصیرت کے قول کو ترجیح دی جائے گی کیونکہ یہ گروہ اہل کشف والہام کا گروہ ہے جو صادقین و صالحین کا گروہ ہے۔

مذکورہ بالا مباحث کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ علمِ لدنّی کے بارے میں یہ کلام نہیں کیا جائے گا کہ یہ علم ہے یا نہیں؟ اگر علم ہے تو کیسا ہے؟ کیونکہ اس کا ثبوت واضح نصوص سے ہے۔ جمہور مفسّرین اور جمہور صوفیہ کے اقوال و مکاشفات اس پر شاہد ہیں۔ صوفیہ میں سے کئی حضرات نے علمِ لدنّی کا دعویٰ کیا ہے اگر کسی متقی مومن، عبد صالح سے ایسی باتیں صادر ہوں تو تعجب کی بات

نہیں کیونکہ اللہ رب العزت اس بات پر قادر ہے کہ اپنے برگزیدہ اور صالح بندوں میں سے جسے چاہے اور جب چاہے محرم راز بنالے، اور اس پر اسرار و معارف کا غیبی دروازہ کھول دے، البتہ اخبار و احادیث کی روایت کے سلسلہ میں محدّثین کے قائم کردہ منہج و معیار کے مطابق ہی اس کی صحت وضعف پر کلام ہو گا۔

۷۔ صوفیہ کے خیال میں وہ منوّر قلوب جن میں معارف ربانیہ، تجلیات قدسیہ کا انعکاس پڑتا ہے انہیں ہی یہ شرف حاصل ہوتا ہے کہ وہ ایسے علوم کا محل بن سکیں ہر بوالہوس کو اس علم کا اہل نہیں مانا جائے گا اور نہ ہی ہر کسی کو زیب دیتا ہے کہ وہ اس علم کا دعوی کرے اور نہ ہی کسی کے لئے روا ہے کہ صوفیہ کے وجدانی و روحانی ذوق سے لاعلمی کے سبب ان پر طعن کرے۔ مجموعی طور پر مفسّرین فقہاء ائمہ اسلام علم لدنّی کی اہمیت کے قائل رہے ہیں ایک شعبہ علم ہونے کے لحاظ سے تصوّف کی ایک اپنی زبان ہے اس میں کچھ مخصوص اصطلاحات اور تراکیب الفاظ ہیں جو صوفیہ کی آپس میں گفتگو کے دوران استعمال ہوتی ہیں کسی کو زبان اجنبی لگتی ہے تو وہ اس لحاظ سے حق پر ہے کہ وہ اس سے پوری طرح سمجھ نہیں پاتا لیکن اس کا اس لغت اور زبان پر اعتراض اس وقت تک بے معنیٰ ہے جب تک وہ یہ نہیں کہتا کہ میں ان باتوں کو سمجھنا چاہتا ہوں کچھ میرا لحاظ کرتے ہوئے اس زبان میں یہ باتیں کرو جس سے میں بخوبی سمجھ سکوں۔ جاننا چاہئے کہ تصوّف اسلام کے باطن کی گہرائی اور نفسیات روحانی کا علم ہے اس لیے اسے بعض اوقات سرّی علم اور سربستہ راز بھی کہا جاتا ہے۔

مگر یہ ایسا راز ہے جو خود بخود اپنی حفاظت کرتا ہے اور خود بخود کسی پر نہیں کھلتا جب تک کے پہلے کسی کا مزاج اور طبیعت تبدیل نہ ہو اور اس میں قبولیت کی اہلیت پیدا نہ ہو جائے اب جو شخص ولی اللہ کی ہی اصطلاح کو نہ مانتا ہو اس کے لیے علم لدنّی، ماننا بھی ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہوتا ہے۔ یہ سب نام اور کام صوفیہ کے دائرہ عمل کی فعالیت اور حرکیت سے متعلق ہیں جن کو سمجھ نہ آنے پر بڑی آسانی سے اوہام وقصص سمجھ کر رد بھی کیا جاسکتا ہے۔ تصوّف اگر غیر صوفیانہ زبان میں بیان کیا جائے تو ظاہر ہے کہ آدھی بات بیان ہو سکے گی اور آدھی پھر بھی رہ جائے گی کیونکہ کسی علم کے الفاظ واصطلاحات کے ساتھ جو کلچر کی نفیس اور لطیف ہوا ذہن و دماغ میں چل پڑتی ہے وہ نہیں چلے گی۔ علمِ لدنّی کا موضوع چونکہ صوفیوں اور درویشوں کے حلقے کا موضوع تھا لہٰذا اس کے اظہار و ابلاغ کے لیے جو زبان استعمال کی گئی یا پیرایہ اظہار اختیار کیا گیا وہ تصوّف کا بنیادی علم رکھنے والے

اہل حلقہ کے لئے تو موزوں اور مناسب تھا اور شاید صوفیہ کا مقصود بھی یہی تھا باقی جدید اور تعلیم یافتہ ذہن ان چیزوں کو شاید قبول نہ کر سکیں۔ جب تک خود نفس تصوّف پر ان کا مطالعہ گہرے تدبّر پہ مبنی نہ ہو۔

۸۔ موجودہ زمانہ علم اور عقل کا زمانہ ہے معلومات کی کثرت اور فراوانی نے انسان کو تشکیک اور تذبذب کے راستے پر ڈال دیا ہے یقین کی دولت اس سے چھین لی گئی ہے۔ علم اور معلومات کی کثرت کے دور میں بے رہروی بھی عام ہے جو جہالت سے کئی گنا زیادہ خطرناک ہے۔ مگر ماضی میں اور تاحال کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ حاملینِ علمِ لدنّی نے انفرادی و اجتماعی طور پہ کسی کو ضرر دیا ہو یا ایسا ماحول پیدا کیا ہو تاریخ شاہد ہے کہ صوفیہ اپنے علم سے ہمیشہ فیض رساں ہی رہے ہیں۔ سورج کی کرنوں کی طرح ان کے علم و کرم سے بلاامتیاز اپنے، بیگانے سب فیض پاتے رہے ہیں۔

## حوالہ جات وحواشی

[1] سورۃ الکہف ۶۵:۱۸

[2] سورۃ الکہف ۶۵:۱۸

[3] صدیق حسن، نواب، قنوجی، (م، ۱۸۹۰ء) "ابجد العلوم"، بیروت،: دار لکتب العلمیہ، ۰۲/ ۴۶۹

[4] الکلاباذی، امام ابو بکر ابو اسحاق "(م، ۳۸۰ھ) "التعرف لمذھب اھل التصوّف" قاہرہ، مصر: مکتبہ الخانجی ۱۴۲۰ھ، ص:۵۹

[5] ابو طالب شیخ، مکی، (م، ۹۶۶ء) "قوت القلوب"، مصر: المطبعۃ الیمینہ، ۰۱/ ۱۹۸

[6] طوسی، شیخ، ابو نصر سراج (م، ۹۸۸ء)"، کتاب اللمع"، مصر: دار لکتب الحدیثیہ ۱۴۱۶ھ، ص:۲۳

[7] قشیری، ابو القاسم (م، ۱۰۷۴ء) "الرسالۃ القشیریہ" قاہرہ: مطابع موسسۃ دار الشعب ۱۴۰۹ھ، ص:۱۸۵

[8]، خواجہ عبد اللہ انصاری (م، ۱۰۸۸ء) "صد میدان"، لاہور: تصوّف فاونڈیشن، ۱۹۹۸ء ص:۲۴

[9] غزالی، ابو حامد، محمد بن محمد (م، ۱۱۱۱ء) "احیاء علوم الدین" بیروت: دار ابن حزم ۱۴۲۶ھ، ۰۳/ ۲۱

[10] الکہف، ۶۵:۱۸

[11] تھانوی، اشرف علی مولانا، (م، ۱۹۴۳ء) "بیان القرآن"، دہلی: ادارہ تفسیر القرآن، ۱۳۵۳ھ،

[12] مرادآبادی، سید نعیم الدین، (م، ۱۹۴۸ء) "خزائن العرفان، حاشیہ کنز الایمان"، لاہور: پاک کمپنی، ۲۰۰۰ء ص ۱۷۹

[۱۳] شفیع، مفتی محمد، (م،۱۹۷٦ء) "معارف القرآن" کراچی: ادارۃ المعارف، ۰۴/ ۱۱۴

[۱۴] دریا آبادی، مولانا عبد الماجد، (م،۱۹۷۷ء) "تفسیر ماجدی" لاہور:، پاک کمپنی ص ۳۱۷

[۱۵] نعیمی، مفتی، اقتدار احمد خان، "تفسیر نعیمی" لاہور :، مکتبہ اسلامیہ، ۲۰۰۴ء، ۱۵/ ۱۳۷

[۱٦] ایضا

[۱۷] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، (م،۱۹۹۸ء) "ضیاء القرآن" لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۳۹۹ھ ، ۰۳/ ۴۸۷

[۱۸] ملا علی قاری، نور الدین ابو الحسن علی بن سلطان (م،۱٦۰۵ء) "مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح" ملتان:، مکتبہ امدادیہ، ۱۳۹۰ھ،، ۰۱/ ۲٦۴

[۱۹] ابو حامد غزالی، محمد بن محمد (م،۱۱۱۱ء) "احیاء علوم الدین"، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۴۱۹ھ، ۰۱/ ۲٦

[۲۰] رازی، امام فخر الدین محمد بن عمر، (م،۱۲۱۰ء) "مفاتیح الغیب"، بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۱۵ھ ، ۰۷/ ۴۸۳

[۲۱] علامہ غلام رسول سعیدی، (م،۲۰۱٦ء) "تبیان القرآن"، لاہور: فرید بکسٹال، ۲۰۰۵ء ۰۷/ ۱۷۲

[۲۲] محمد اکرم اعوان، (م،۲۰۱۷ء) "اکرم التفاسیر" لاہور: اویسیہ کتب خانہ، ۲۰۱۴ء، ۱۵/ ۳۰۷

[۲۳] ایضا

[۲۴] امین احسن اصلاحی، (م،۱۹۹۷ء) "تدبّر قرآن". لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء ۰۴/ ٦۱۱

[۲۵] حافظ عبد السلام بن محمد، (پ،۱۹۴٦ء) "تفسیر القران الکریم" لاہور:، دار لاندلس، ۲۰۱۴ء ۰۲/ ۵۵٦